اسلامی دور کے قدیم کتب خانے

(بیت الحکمت سے دار الحکمت تک)

ڈاکٹر عبد الحلیم

ترجمہ:- ابوالنذیر

مؤرخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اسلامی دور کے کتب خانے، عصرِ حاضر کے جامعات اور علمی اداروں کے کتب خانوں کی طرح تھے۔ طباعت سے پہلے، کتابیں قلمی اور گراں بہا ہوتی تھیں، اغنیاء کے سوا کوئی دوسرا ان کو جمع نہیں کر سکتا تھا۔ علم اور اسلامی ثقافت کی یہ خوش نصیبی تھی کہ علم کے شائقین میں سے اغنیاء کی اچھی تعداد کتب خانے برپا کرنے کی طرف مائل ہوگئی اور جمہور علم دوست حضرات کے لئے ان کتب خانوں سے استفادہ کی سہولتیں میسّر کر دیں، اس لئے کئی مخصوص کتب خانوں کے نام تاریخ میں نظر آتے ہیں۔

خزانۃ الحکمت۔ اس کو علی بن یحییٰ منجم نے بغداد کے قریب اپنی جاگیر میں قائم کیا تھا۔ یاقوت کی روایت ہے کہ اس سے استفادہ کے لئے ہر شہر اور ملک سے لوگ آتے تھے اور یہاں آکر مختلف علوم و فنون حاصل کرتے تھے۔ کتابیں ان کے لئے کھلی رہتی تھیں، اور ان کی حفاظت بھی انہیں کے سپرد تھی۔ علی بن یحییٰ کی طرف سے جملہ علماء اور طلباء کی مالی کفالت ہوتی تھی۔

دارالعلم ۔ اس کو ابوالقاسم جعفر بن محمد بن حمدان موصلی نے موصل میں قائم کیا تھا۔ اس میں کتابوں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی جن کو طالب علموں کے لئے وقف کر دیا تھا۔ جب کوئی باہر سے مسافر محتاج آتا تھا تو اس کو بدنی اور روحانی دونوں غذائیں مل جاتی تھیں۔

بصرہ میں ابن سوار کا کتب خانہ تھا، اور "خالد بن یزید" کا اسلام میں بروایت "کرد علی" پہلا کتب خانہ ہے۔ اس نے قدماء کی کتابوں کو گوشۂ گمنامی سے نکالنے کا قصد کیا اور یونان کے فلاسفہ کی ایک جماعت کو جمع کر کے ان کو لغت عربیہ میں کتابوں کے نقل کرنے کا حکم دیا۔ ان مخصوص کتب خانوں میں یہ کتب خانے ہیں۔ مکتبہ "الناصر لدین اللہ"۔ مکتبہ "المعتصم باللہ"۔ مکتبہ "الفتح بن خاقان"۔ مکتبہ "حنین بن اسحٰق"۔ مکتبہ "القفطی"۔ مکتبہ "ابن الخشاب"۔ مکتبہ "الاصفہانی"۔ مکتبہ "ابن العمید" وغیرہ۔

کتب خانہ اسکندریہ عام کتب خانوں میں سب سے زیادہ مشہور اسکندریہ کا وہ کتب خانہ ہے جو کہ اسکندریہ کی قدیم جامعہ کے ساتھ ملحق تھا اور جس کو "بطالمہ" نے تیسری صدی قبل مسیح بنایا تھا اور یہ قیصر کے دور میں جل گیا تھا، کہتے ہیں کہ اُس وقت اس کتب خانے میں پانچ لاکھ مجلد کتابیں تھیں۔ ایشیا کوچک کے "برجامون" کتب خانے کی جو کتابیں تھیں ان کو بھی "انطونیو" یہاں اٹھا لائے تھے۔ تاریخی روایت ہے کہ "انطونیو" نے تقریباً دو لاکھ کتابیں قلوپطرہ کو ہدیہ پیش کی تھیں تاکہ مکتبہ اسکندریہ کو آگ لگ جانے کی وجہ سے جو خسارہ لاحق ہوا تھا، اس کی وہ تلافی کرے۔

وہاں دو کتب خانے ایسے تھے جن پر اسلامی دور بجا طور پر فخر کر سکتا ہے، ان میں سے ایک بیت الحکمت نامی کتب خانہ بغداد میں تھا اور دارالحکمہ قاہرہ میں۔

بیت الحکمت مکتبہ بیت الحکمۃ کی بنیاد ہارون الرشید نے رکھی تھی اور یہ "مامون" کے دور میں بام عروج کو پہنچ گیا تھا۔ یہاں ایک مخصوص شعبہ اس لئے قائم ہوا تھا کہ یونانی، فارسی، ہندی، قبطی اور آرامی زبانوں سے علمی کتابیں عربی میں

ترجمہ کی جائیں ۔ ہارون الرشید نے انقرہ ، عموریہ اور روم کے ان ملکوں میں سے جہاں مسلمان لڑے تھے جہاں بھی کتابیں دیکھیں ان کو بیت الحکمۃ میں لے آئے اور "یوحنا بن ماسویہ" کو قدیم کتابوں کے ترجمہ کا کام سپرد کیا ، جس طرح مامون نے "سہل بن ہارون" کو اس کتب خانہ کا نگران مقرر کیا تھا ، اور وہاں وہ سب یونانی کتابیں تھیں جو کہ مامون کو جزیرہ قبرص کے مالک سے ہدیہ کے طور پر پہنچی تھیں اور دوسری وہ کتابیں تھیں جو قسطنطنیہ سے آئی تھیں ۔ مامون نے ان کو روم کے بادشاہ سے طلب کیا تھا ۔ موضوعات کے موافق کتابوں کی تصنیف ہوئی اور اس کے لئے ایسے ہوشیار مترجم چنے گئے جن کو ان موضوعات میں خصوصی مہارت تھی اور مزید یہ کہ عربی اور یونانی دونوں زبانیں اچھے طور پر جانتے تھے ۔

رشید کے دور کے مشہور مترجم یہ ہیں :- ابو سہل الفضل ، یوحنا بن ماسویہ ، ابن البطریق ، حسنین بن اسحٰق ، عمر بن القرحان ، ثابت بن قرۃ وغیرہ ۔ کتب خانہ میں ناقل بھی کافی رہتے تھے جو کتابیں نقل کرتے تھے تاکہ ایک کتاب کے مختلف نسخے ہو جائیں اور وہ دن رات میں بدلتے رہتے تھے ۔

مکتبہ بیت الحکمۃ مامون کے دور میں اپنے اوج کو پہنچ چکا تھا اور وہ بڑا علمی مرکز کا درجہ رکھتا تھا جس میں علمِ طب ، فلسفہ اور حکمت کی کتابیں تھیں ۔ مامون دنیا کا مثالی خلیفہ تھا جو علم کی نگرانی کرتا ، علماء کی طرف مائل اور ان سے اپنے مجالس کو مزین رکھتا تھا ۔ کہا گیا ہے کہ کبھی تو ترجمہ کے بدلے میں اس کے وزن کے موافق سونا دیتے تھے ۔

مامون پہلا شخص ہے جس نے یہ اعلان کیا کہ بیت الحکمت کی ترقی صرف خلفاء اور امراء کی سخا پر موقوف نہ ہوگی ، اس لئے اس نے علماء کے لئے مستقل اوقاف مقرر کئے ۔

بیت الحکمت عالم اسلام کا پہلا عالی شان عام کتب خانہ شمار کیا جاتا ہے جس پر عباسی حکومت نے دل کھول کر خرچ کیا تھا ، وہاں ہر وقت علماء کا درس اور بحث کے لئے ایک بڑا مجمع رہتا تھا ، اور طلبہ پڑھنے کے لئے کھنچ کر آتے تھے ۔ افسوس ہے کہ معتصم نے اس عظیم کتب خانہ کی طرف کوئی توجہ نہ کی مگر پھر بھی یہ چلتا رہا ۔ یہاں تک کہ تاتاریوں نے بغداد پر حملہ کر کے اس کو بالکل اجاڑ دیا اور اس طرح کتب خانہ بھی تباہ ہو گیا ۔

دارالحکمت:۔ "دارالحکمت" کی بنیاد الحاکم بامراللہ نے ۳۹۵ھ میں قاہرہ میں رکھی مؤرخ لکھتے ہیں کہ اس کتب خانے میں محلات کے کتب خانوں کی کتابیں اور حاکم کے مکتبوں کی ایسی کتابیں لاکر رکھی گئیں جن جیسی کتابیں کسی ایک بادشاہ یا خلیفہ کے لئے نہیں دیکھی گئی تھیں۔ دارالحکمت میں جتنے بھی علماء، فقہاء اور اطباء رہتے تھے، ان سب کے مصارف اور نان ونفقہ الحاکم بامراللہ نے جاری کر رکھا تھا اور لوگوں کو عام اجازت تھی کہ وہاں آکر پڑھیں، لکھیں، نقل کریں اور تعلیم و ترجمہ کا کام کریں۔ اسی طرح وہاں علمی اجتماعات اور مجالس کی بھی عام اجازت تھی۔ علماء علمی مسائل میں مناظرہ کے لئے حاضر ہوتے تھے اور حاکم خود بھی ان اجتماعات میں حاضر ہونے کا بڑا شوقین تھا، علماء کو خلعتیں عطا کرتا تھا اور اس نے بیت الحکمت پر ایک بڑا وقف جاری کیا تھا اور تاکید کرتے تھے کہ یہ ہمیشہ رہے، اس کو زمانہ کے گزرنے سے کوئی نقصان نہ پہنچے، مگر زمانہ کے مصائب سے یہ مکتبہ بھی محفوظ نہ رہ سکا اور ہجری چھٹی صدی میں اجڑ گیا۔

مؤرخ بلنتون اور عام عربی کتب خانے مؤرخ "بلنتون" بکثرت مسلمانوں کا کتب خانوں کی عمارتوں کی کوششوں کے متعلق لکھتا رہتا ہے، وہ کہتا ہے کہ یہ بنائیں پتھر کی ہوتی تھیں اور بڑے بڑے کمرے بنائے جاتے تھے لکڑی کے تختے دیوار سے لگے رہتے تھے تاکہ ان پر کتابیں رکھی جائیں۔ بعض خیمے اطلاع کے لئے مخصوص ہوتے تھے۔ اسی طرح کچھ جگہیں کتابت اور نقل کے لئے مخصوص تھیں اور کچھ حلقۂ درس اور مناظرہ کی تھیں۔ دوسرے مؤرخین نے لکھا ہے کہ بعض کمرے موسیقی کے لئے مخصوص ہوتے تھے جہاں مطالعہ والے دل بہلانے اور آرام کے لئے آتے تھے۔ ان تمام کمروں میں عمدہ قسم کا فرنیچر ہوتا تھا، زمین پر فرش بچھایا جاتا تھا، کھڑکیوں پر عمدہ پردے لٹکے ہوتے تھے اور جاڑے میں سرد ہوا کو روکنے کے لئے موٹے پردے ہوتے تھے۔

مقریزی اور دارالحکمت مقریزی بھی اسی طرح روایت کرتا ہے کہ قاہرہ کے دارالحکمت کے دروازے عوام کے لئے تب تک بند رہے جب تک فرش نہ بنایا گیا اور اس کو سنوارا گیا۔ جملہ دروازوں اور گزرگاہوں پر پردے لٹکا دیئے گئے اور اس پر

دیکھ بھال کرنے والے اور خدام مقرر کئے گئے ۔ وہ کہتا ہے کہ عمارت نہایت بڑی تھی کیوں کہ جملہ علوم میں چالیس کتب خانے تھے، ایک ایک میں اٹھارہ ہزار کتابیں آسکتی تھیں اور تختیاں کھلی رہتی تھیں، کتابیں سب کے پاس ہوتی تھیں، پڑھنے والا اپنی مرضی کے موافق کتاب خود اٹھا لیتا تھا، اگر وہ نہیں پاتا تھا تو دوسروں سے مدد حاصل کرتا تھا۔

منظم فہارس۔ ان کتب خانوں کی منظم فہرستیں ہوتی تھیں۔ ابن سینا، حسن بن سہل، بیہقی، ابن جوزی وغیرھم نے ان فہرستوں کی دقت اور خوبی کا ذکر کیا ہے، وہاں سے عاریت پر کتاب لینا مباح تھی جس کے لئے کچھ معمولی شرائط ہوتی تھیں اور کبھی مستعیر سے کچھ ضمانت بھی طلب کی جاتی تھی لیکن علماء وفضلاء اس ضمانت سے مستثنیٰ تھے۔

ان کتب خانوں کی حفاظت کا کام سہل بن ہارون جیسے ممتاز علماء کے سپرد تھا، سہل بیت الحکمت کے امین اور لائبریرین تھے اور "علی بن محمد شابشتی" دارالحکمت کے امین تھے۔

اگر یہ دونوں کتب خانے وطن عربی میں علم کی اشاعت کا فریضہ اب بھی ادا کرتے رہتے تو آج کیا حالت ہوتی۔ ان دونوں مکتبوں نے مشرق اور مغرب عربی میں نہضت علمیہ کی روح کو بڑھکانے میں جادو جیسا کام کیا۔ یہ وہ دور تھا جس میں یورپ جہالت اور تاریکی کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ علمی، اسلامی ثقافت کا یہ روشن دور تھا جس کے آسمان کے افق پر ایسے علما، روشن ستاروں کی طرح چمکے جن پر ہر دور میں بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے یونان کے علوم کو نقل کیا اور تدوین کی، اس پر اپنی تحقیقیں بڑھائیں۔ علم طب، فلک، کیمیا، جبر، فلسفہ، نبات، حیوان، معادن اور دوسرے کئی علوم میں اپنی طرف سے نئی کتابیں لکھیں، علوم دینیہ اور لغت کی خدمت ان کے علاوہ تھی۔ یورپ کے علماء نے انہوں سے نقل کیا بلکہ قرون وسطیٰ تک اُس دور کی بعض کتابیں یورپ کے کئی یونیورسٹیوں میں اہل صنعت کے ہاں عمدہ کتابیں شمار ہوتی تھیں اور کچھ کتابیں تو سترھویں صدی تک ان یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی تھیں۔

آج مغرب نے جس علمی نہضت کو لے کر غلبہ حاصل کیا ہے اگر بیت الحکمت کا بغداد میں اور دارالحکمت کا قاہرہ میں جلایا ہوا شمع تاتار، ترک اور مغربی استعمار کی وجہ سے گل نہ ہوتا تو وطن عربی اس علمی نہضت اور ترقی کا قائد ہوتا!